عقل کی حقیقت تک رسائی، فلسفیانہ اور اسلامی نقطہ نظر

شعیب احمد*

احسان الرحمٰن غوری**

قدیم وجدید فلاسفہ اور مسلم سکالرز میں یہ بحث رہی ہے کہ کیا عقل اصل حقیقت تک رسائی حاصل کر سکتی ہے یا نہیں۔ بالفاظ دیگر کیا عقلِ انسانی ذہن میں اٹھنے والے فلسفیانہ سوالات کا آخری، حتمی اور درست جواب دینے پر قادر ہے یا نہیں؟ اس سلسلہ میں قدیم وجدید فلاسفہ اور مسلم سکالرز کی آرا نقل کی جاتی ہیں۔

ارسطو جیسے رئیس الفلاسفہ کو اس بات کا اعتراف ہے کہ الٰہیات کے مسائل میں دلائل عقلیہ سے مرتبہ یقین حاصل نہیں ہوسکتا۔(۱) گویا وہ عقل کی محدودیت اور نارسائی کو تسلیم کرتا ہے۔

مشہور مسلم فلاسفر فارابی (م۹۵۰ء) اعتراف کرتا ہے کہ انسان کسی چیز کی حقیقت سے قطعی طور پر واقفیت حاصل نہیں کر سکتا۔(۲) اسی طرح فارابی الٰہیاتی مسائل کے حوالے سے عقل کی نارسائی کا اعتراف کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ ذاتِ احد کے ادراک کی کوئی سبیل نہیں بلکہ محض اس کی صفات کا علم ہوتا ہے اور ان صفات کے ادراک کا راستہ یہ ہے کہ یہ بصیرت حاصل ہوجائے کہ ذاتِ احد تک رسائی نہیں ہوسکتی۔(۳)

مشہور مسلم فلسفی الشیخ الرئیس ابن سینا (م-۴۲۸ھ) کو بھی اس بات کا اعتراف ہے کہ عقلِ انسانی بہرصورت ایک خاص حد تک ہی سوچ سکتی ہے بلکہ آپ نے زیادہ خوبصورت انداز میں موجودات کی تقسیم کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اشیاء کی ایک قسم وہ ہے جن تک عقل کی رسائی ہوسکتی ہے اور دوسری قسم وہ ہے جن تک عقل کی رسائی ممکن ہی نہیں۔ اور یہ اشیاء اپنی فطرت کے اعتبار سے بھی عقلی ادراک کی گرفت میں نہیں آسکتی ہیں۔(۴)

امام غزالی رحمہ اللہ (م-۱۱۱۱ء) نے اپنی سوانح حیات ''المنقذ من الضلال'' میں کئی جگہ عقلی استدلال کی کوتاہ مائیگی کی جانب واضح اشارات کیے ہیں۔(۵) اسی طرح مشہور صوفی شیخ شہاب الدین سہروردی (م-۱۲۳۴ء) نے ''کشف الفضائح الیونانیہ'' میں عقلِ خالص کی بے چارگی وداماندگی کو ثابت کیا ہے۔(۶)

تاریخِ اسلام کے عظیم فلسفی امام فخر الدین رازی (م-۱۲۰۹ء) نے عقل کی محدودیت اور نارسائی کا اعتراف بایں الفاظ کیا ہے:

---

* پی ایچ ڈی سکالر، شعبہ علوم اسلامیہ، جی سی یونیورسٹی، فیصل آباد، پاکستان

** اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علومِ اسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی، لاہور، پاکستان

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

ہرگز دل من زعلم محروم نہ شد کم ماند اسرار کہ مفہوم نہ شد
ہفتا دو دو سال فکر کردم شب و روز معلوم شد کہ ہیچ معلوم نہ شد(۷)

علامہ ابن خلدون رحمہ اللہ (م-۱۴۰۶ء) نے عقل کی نارسائی کو نہایت خوبصورت انداز میں یوں واضح کیا ہے کہ مسئلہ توحید، آخرت اور علم نبوت (یعنی عقائد و امورِ غیب) کو میزانِ عقل میں تولنا ایسا ہی ہے جیسے سنار کے کانٹے (میزان) سے پہاڑ کی جسامت وضخامت کا وزن کرنا۔(۸)

فلسفہ وعلم کلام جس میں محض عقل وخرد کی بنیاد پر استدلالات پیش کیے جاتے ہیں، کیا ان سے قلبی اطمینان حاصل ہو پاتا ہے۔اس بارے امام ابوعبداللہ محمد بن عمر رازی رحمہ اللہ (م-۶۰۶ھ) کے عملی تجربات کے نتائج علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے انہی کی زبانی نقل کیے ہیں، جنہیں یہاں تحریر کیا جاتا ہے۔ چنانچہ امام رازی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

میں نے فلسفہ اور علمِ کلام کے مناہج وطرق پر بہت تأمل کیا مگر ان کو ہرگز ایسا نہ پایا جو ایک مریض کو شفا دے سکیں یا کسی پیاسے کو سیراب کر سکیں۔تمام راستوں میں (راہ ہدایت کے) قریب ترین راستہ قرآن کا ہے جس میں (صفاتِ الٰہی کے) اثبات کے لیے ہم یہ آیتیں پڑھتے ہیں ﴿اِلَیۡہِ یَصۡعَدُ الۡکَلِمُ الطَّیِّبُ﴾، ﴿اَلرَّحۡمٰنُ عَلَی الۡعَرۡشِ اسۡتَوٰی﴾ اور (اللہ سے تشبیہ وتمثیل کی) نفی کے لیے ﴿لَیۡسَ کَمِثۡلِہٖ شَیۡءٌ﴾ اور ﴿لَا یُحِیۡطُوۡنَ بِہٖ عِلۡمًا﴾ اور جو شخص میری طرح اس تجربے سے گزرے گا اسے بھی میری طرح یہ معرفت حاصل ہو جائے گی اور جو شخص ان لوگوں کے اقوال میں غور کرے گا جنہوں نے انبیاء کی تعلیمات اور روایات سے استدلال نہیں کیا تو وہ ان کو تحیر، شک وارتیاب، گمراہی اور جہلِ مرکب میں ہی مبتلا پائے گا۔(۹)

امام رازی کی اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بھی یہی سمجھتے تھے کہ محض عقل سے کلی ایمان ویقین حاصل کرنا ناممکن ہے۔اس لیے کہ یہ عقلِ ناتمام حقیقت تک رسائی حاصل ہی نہیں کر سکتی۔امام رازی کا مزید اعترافِ عجز ملاحظہ ہو، آپ رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

الٰہیات کا علم تمام علوم پر فضیلت رکھتا ہے۔اس میں تین مقامات پر بحثیں ہیں یعنی ذات، صفات اور افعال بارے بحث مگر ان تمام بحثوں میں ایک عقدہ وپیچیدگی پائی جاتی ہے۔۔۔آخر کون ہے جس نے الٰہیات کے مسئلہ میں آخری حقیقت تک رسائی حاصل کی ہو اور شرابِ معرفت سے اپنے لب تر کیے ہوں۔(۱۰)

اسی لیے مولانا جلال الدین رومی رحمہ اللہ (م-۶۷۲ھ) نے امام رازی رحمہ اللہ کے بارے کہا تھا:

اندریں بحث ار خرد رہ بین بدی فخر رازی رازداں دین بدی (۱۱)

یہ وہی امام رازی ہیں جو تیس سال تک کسی مسئلہ میں ایک خاص قسم کا نظریہ واعتقاد رکھتے تھے مگر اچانک کوئی خاص

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

دلیل سامنے آئی اور اس نظریہ کا بطلان منکشف ہوا تو رونے لگے۔ احباب کے پوچھنے پر بتایا کہ روتا اس لیے ہوں کہ شاید نئی فکر اور سوچ بھی کچھ عرصہ بعد باطل اور غلط محسوس ہونے لگے۔ امام رازی کی اس پریشانی کا علم شیخ ابن عربی (م-۶۴۳ھ) کو ہوا تو انہوں نے ان کو ایک خط لکھا جس میں یہ نصیحت فرمائی کہ اصل معرفتِ الٰہی کے لیے محمد رسول اللہ ﷺ کا طریقہ ہی اختیار کرو نہ کہ عقلی استدلال کا اور پھر اس کی وجہ بایں الفاظ بتائی:

''ومن المحال على الواقف بمرتبة العقل والفكر ان يستريح وأن يسكن ولا سيما فى معرفة الله تعالىٰ'' (۱۲)

''جو عقل وفکر کے مرتبہ سے واقف ہے وہ (محض اس کی بدولت) راحت وسکون (قلبی) حاصل نہیں کرسکتا خصوصاً معرفت الٰہی کے حوالے سے۔''

امام محمد بن عبدالکریم شہرستانی (م-۵۴۸ھ) سے زیادہ معقولات کی پر پیچ وادیوں سے کون آشنا ہوگا مگر آپ بھی عقل کی نارسائیوں کو درج ذیل اشعار میں بایں الفاظ تسلیم کرتے ہیں:

لعمری لقد طفت المعاهد كلها — وسيرت طرفی بين تلك المعالم

فلم أر الاوا ضعا كف حائر — على ذقن أو رقارعاسن نادم (۱۳)

مجھے زندگی کی قسم! میں تمام مدارس میں گھومتا پھرتا رہا اور میں نے اپنی نگاہ کو تمام بڑے بڑے علمی اداروں میں گھمایا مگر میں نے صرف یہ دیکھا کہ اہلِ علم ورطۂ حیرت میں مبتلا اپنی ٹھوڑی پر ہتھیلی رکھے ہوئے ہیں یا پشیمانی کے عالم میں دانت پیس رہے ہیں۔

نہج البلاغہ کے مشہور شارح ابن ابی الحدید (م-۶۵۶ء) جو شیعیت کے ساتھ ساتھ علومِ عقلیہ میں بھی اونچا مقام رکھتے ہیں، فکر ودانش کی غلط روی سے مخاطب ہو کر کہتے ہیں:

فيک يا اغلوطة الفكر — حار امری وانقضى عمری

سافرت فيک العقول فما — ربحت الا اذى السفر

فلحى الله الاولى زعموا — انک المعروف بالنظر

كذبوا، ان الذى ذكروا — خارج عن قوة البشر (۱۴)

ترجمہ: اے غلطیوں میں مبتلا کرنے والی فکری صلاحیت! میں تیری وجہ سے ہمیشہ حیراں وپریشان ہی رہا۔ اب میری عمر بھی ختم ہو رہی ہے۔ عقل ودانش کے بہت سے قافلوں نے تیرے میدانوں کی خاک چھانی مگر اس سفر اور تگ وتاز میں اسے زحمتِ سفر کے سوا کچھ نہ مل سکا۔ اللہ ان لوگوں کو تباہ وبرباد کرے جو سمجھتے ہیں کہ تیرے نتائج فکر درست ہوتے ہیں۔ یہ جھوٹ کہتے ہیں۔ یہ جس چیز کا ذکر کرتے ہیں وہ تو دراصل قوتِ بشری کی حدود سے ہی خارج ہے۔

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

مشہور جرمن فلسفی عمانویل کانٹ (Emmanual Kant) (م-۱۸۰۶) جس نے عقل کے حدودِ کار بارے دادِ تحقیق دی ہے، اس کا کہنا ہے کہ عقلِ انسانی محض مادی حقائق کی حد تک ہی سوچ سکتی ہے۔ ماورائے مادہ یعنی مابعد الطبیعات امور تک عقل کی پرواز ہی نہیں ہے۔(۱۵) لہذا عقل ودانش کی تگ وتاز کو صرف محسوسات تک محدود رہنا چاہیے اور الٰہیات سے متعلقہ حقائق سے تعرض ہی نہ کرنا چاہیے۔(۱۶)

سرسید احمد خاں (م-۱۸۹۸ء) جو جدید فکر وفلسفہ سے بہت زیادہ متاثر نظر آتے ہیں اور بالخصوص برصغیر کی اسلامی دنیا میں ریشنلزم (Rationalism) کے بانی سمجھے جاتے ہیں آپ کی تحریروں میں اس حوالے سے کسی قدر تضاد، ابہام اور الجھاؤ محسوس ہوتا ہے۔ کیونکہ ایک طرف آپ لکھتے ہیں کہ انسان احکامِ شرع کا مکلّف ہوا ہے عقل کی بنیاد پر، لہذا یہ ضروری ہے کہ اسے جن باتوں کا مکلّف کیا جائے وہ اس کے فہم سے خارج نہ ہوں ورنہ معلول کا وجود بغیر علت کے لازم آتا ہے جو محال وممتنع ہے۔(۱۷)

لیکن اسی مضمون کے دوسرے حصے میں آپ بایں الفاظ رقمطراز ہیں: ''کانشنس (Conscious) فی نفسہ کوئی چیز نہیں ہے اور نہ وہ کسی مذہب کا اصل اصول قرار پانے کے لائق ہے اور نہ وہ فی حد ذات رہنما ہونے کے مستحق ہے''۔(۱۸) لیکن اس کے بعد لکھتے ہیں: ''ہاں بلاشبہ سچے اصول پر انسان کی طبیعت تربیت پا جائے یا سچے خیالات سے اس کی طبیعت موثر ہو جائے اور طبیعت سچائی کے مطابق حالت پیدا کر لے تب وہ حالت طبیعت یعنی کانشنس انسان کا رہنما ہوتا ہے''۔(۱۹)

دورِ جدید کے عظیم فلسفی اور دانشور ڈاکٹر علامہ محمد اقبال (۱۸۷۸ء-۱۹۳۸ء) نے عقل کی حقیقت سے یوں پردہ اٹھایا ہے۔

خرد سے راہرو روشن بصر ہے — خرد کیا ہے، چراغِ راہ گزر ہے
دورنِ خانہ ہنگامے ہیں کیا کیا — چراغِ راہ گزر کو کیا خبر ہے (۲۰)

آپ رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ عقل کے لیے بہتر یہی ہے کہ وہ وحی کی امامت ورہنمائی میں اپنا سفر کرے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

عقلِ بے مایہ امامت کی سزاوار نہیں — رہبر ہو ظن وتخمین تو زبوں کارِ حیات(۲۱)

اہلِ مغرب جنہوں نے عقل پرستی کی راہ اختیار کرتے ہوئے وحی ونبوت سے بغاوت کر دی ان کے بارے علامہ لکھتے ہیں:

عشق ناپید و خرد می گردش صورت مار — عقل کو تابع فرمانِ نظر کر نہ سکا
ڈھونڈنے والا ستاروں کی گزرگاہوں کا — اپنے افکار کی دنیا میں سفر کر نہ سکا
اپنی حکمت کے خم و پیچ میں الجھا ایسا — آج تک فیصلہ نفع وضرر کر نہ سکا

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

جس نے سورج کی شعاعوں کو گرفتار کیا زندگی کی شبِ تاریک سحر کر نہ سکا (۲۲)

مغربی نظامِ تعلیم اور تعلیمی ادارے جو خدا اور وحی و نبوت سے انکاری ہو کر قوم کے نونہالان کو تعلیم دے رہے تھے اور یہ دعوی کر رہے تھے کہ وہ اپنے طلبہ کو آزادی کے ساتھ سوچنے اور غور و فکر کرنے کا موقع دے رہے ہیں۔ اس آزادی کے نتیجہ میں ان کی عقول پر جو منفی اثرات پڑے اس کا تذکرہ علامہ اقبال رحمہ اللہ یوں فرماتے ہیں:

مدرسہ عقل کو آزاد تو کر دیتا ہے مگر چھوڑ جاتا ہے خیالات کو بے ربط و نظام (۲۳)

عقل کی حقیقت تک نارسائی کی ایک اہم دلیل:

علومِ عقلیہ کے ماہرین فلاسفہ جنہوں نے الٰہیات بارے بحث و تحقیق کی کوشش کی وہ عالمِ مادیات سے متعلقہ اشیاء کی حقیقت بارے متفق الرائے اور متفق الخیال نہیں ہو سکے تو ماورائے مادہ امور بارے حتمی و قطعی قسم کی دادِ تحقیق کیا دیتے۔ مثلاً عالمِ مادیات میں پانی، آگ اور مٹی کو ہی لیجئے، جن کے اجسام ہر وقت ہمیں نظر آتے ہیں مگر ان کی حقیقت بارے بڑے بڑے فلاسفر متحیر ہیں۔ افلاطون کہتا ہے کہ یہ بسیط اجسام ہیں۔ ارسطو کی جماعت کے یہاں یہ صورت سے مرکب ہیں۔ دیمقراطس کہتا ہے کہ یہ اجسام ایسے ذرات سے مرکب ہیں جو نہایت سخت ہونے کی وجہ سے نا قابلِ تقسیم ہیں۔ اسی طرح عقل اور نفسِ ناطقہ کے بارے فلاسفہ کے مختلف مذاہب و مسالک ہیں۔ یہ حضرات جب عالمِ مادیات کی ہر وقت نظر آنے والی ان اشیاء کی حقیقت کو نہیں سمجھ سکے تو الٰہیاتی امور بارے ان کی عقول کے پیش کردہ نظریات کی کیا حیثیت ہو سکتی ہے۔ (۲۴) وہ تو یقیناً ظنون و اوہام محض ہیں۔

اس مادی دنیا میں آنکھ کھولنے کے بعد سنِ شعور کی عمر کو پہنچنے پر ہر شخص ان سوالات بارے سوچتا ہے کہ اسے کس نے پیدا کیا؟ اس کی تخلیق کا آخر مقصد کیا ہے؟ اتنی بڑی کائنات میں اس انسان کا کیا مقام و مرتبہ ہے۔ نیز انسان مرنے کے بعد کہاں چلا جاتا ہے؟ یعنی اس کا انجام کیا ہے؟ ان فلسفیانہ سوالات بارے عام شخص سے لے کر دنیا کے ذہین ترین افراد یعنی فلاسفہ نے بھی عقل و خرد کے گھوڑے دوڑائے۔ طالیس (Thales) (م ۵۴۸ ق م) اور سقراط (Socretes) (م ۳۹۹ ق م) کے وقت سے لے کر ژاں پال سارتر (Jean Paul Sartre) (م ۱۹۸۰ء) تک ہر فلسفی نے ان سوالات بارے اپنے نتائجِ فکر پیش کیے مگر صورتِ حال یہ ہے کہ ہر فلسفی نے نئی بات سنائی ہے۔ ان کے افکار و نظریات میں اس قدر اختلاف و تضاد ہے کہ باہم تطبیق و توفیق ممکن ہی نہیں۔ عقل کی حقیقت تک نارسائی کی اس سے بڑی دلیل اور کیا ہو سکتی ہے۔ عقل ان سوالات کا جواب دینے سے کل بھی قاصر تھی اور آج بھی انگشت بدنداں ہے۔ ان سوالات کا تسلی بخش جواب اگر ملتا ہے تو وہ بزبانِ نبوت اور وحی کی روشنی سے ہی ملتا ہے۔

عقل کی حقیقت تک نارسائی کی ایک دلیل۔۔۔فلسفہ لاادریت کی صورت میں:

مدعیانِ عقل و دانش نے وحی و نقل سے بے نیاز ہو کر کائنات و مافیہا کی حقیقت و اصلیت اور اسرارِ ہستی کو دریافت کرنا

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

چاہا تو اس کوشش و کاوش کے نتیجہ میں ان کے نظریات نہایت باہم مخالف و متصادم صورت میں سامنے آئے کہ جن میں تطبیق و توفیق دینا ناممکن ہے۔ان کی ان کاوشوں کے بارے میں بجا طور پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ حضرات دراصل عقل کی بھول بھلیوں میں ہی مسلسل چکر کاٹتے رہے مگر اس کائنات کا معمہ ان سے حل نہ ہو سکا۔حقیقتِ کائنات کا کوئی ایک پردہ ہٹتا تو دوسرا اس کی جگہ لے لیتا۔

ان اصحابِ عقل وخرد کی حقیقتِ کائنات بارے متضاد اور کثیر آرا سے عوام تو پریشان ہوتے ہی تھے خود ان میں بھی ایک طبقہ نے کھلے لفظوں یہ اعتراف کیا کہ حقیقت کا دریافت کرنا ہی ناممکن ہے اور ہمارا علم نفسی مظاہر کے پرے نہیں جا سکتا۔(۲۵) مذکورہ بالا یہ طبقہ فلاسفہ کی جماعت میں ''سوفسطائیہ'' کہلایا جن کا کہنا یہ تھا کہ حقائقِ کائنات کا پتہ لگانا طاقتِ بشری سے باہر کی چیز ہے۔یہی وہ جماعت فلاسفہ ہے جنہوں نے دراصل ''فلسفہ لاادریت'' پیش کیا اور یہ ''لاادریہ'' بھی کہلائے۔ان لوگوں نے دراصل یونان کی عقلیت کے خلاف تحریک چلائی تھی۔چونکہ ان کے افکار و نظریات سے تشکیک کی راہ ہموار ہوتی ہے، اس لیے انہیں ''مشککین'' بھی کہا گیا۔قدمائے لاادریہ میں سے ''پرہو'' کو فلسفہ تشکیک کا بانی کہا جاتا ہے چنانچہ وہ کہتا ہے:

> ہماری کل معلومات دراصل دو چیزیں ہیں: محسوسات و معقولات۔اب دیکھنا یہ ہے کہ ماہیتِ اشیاء کا علم کس ذریعہ سے ہونا ممکن ہے؟ کیا حواس کے ذریعہ سے؟ لیکن حواس تو بداہۃً صرف ظواہرِ اشیاء کا بتاتے ہیں۔ ماہیت سے انہیں سروکار نہیں۔پھر کیا عقل کے ذریعہ سے؟ لیکن عقل تمام تر ہماری عادات اور ہماری سوسائٹی کے رسم و رواج کا نتیجہ ہوتی ہے۔چنانچہ اختلافِ عادات ہی کا نتیجہ ہے کہ ہر شخص کی عقل دوسرے سے مختلف ہوتی ہے۔پس ماہیتِ اشیاء کا علم خواہ واسطہ حواس ہو یا واسطہ عقل، دونوں واسطوں سے ناممکن ہے۔

اگر اشیا کی ماہیت کا علم حواس و عقل دونوں ذرائع سے ناممکن ہے تو پھر کیا کیا جائے؟ پرہو کا اس بارے درج ذیل مشورہ ہے:

> ایسی حالت میں ایک دانشمند کے لیے بہترین صورت یہ ہے کہ نظری طور پر اشیا کے حسن و قبح پر حکم لگانے سے سکوت مطلق اختیار کرے اور عملی زندگی میں ان افعال کے ترک و اختیار دونوں سے احتراز رکھا جائے۔اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تسکین حاصل رہے گی۔جو فلسفہ مابعد الطبیعات کے مناقشات میں پڑ کر بالکل مفقود ہو جاتی ہے۔(۲۶)

عقل وحواس کی نارسائی بارے پرہو کے اس اعتراف کے بعد یہ کہنا بالکل بجا ہوگا کہ یہ یونانی مفکرین میں سے ایک نمائندہ مفکر کی جانب سے دراصل عقل وحواس کی شکست اور واماندگی کا اعتراف و اعلان ہے جو صدیوں پہلے کیا گیا اور اس اعتراف کی حقیقت آج بھی مسلمہ ہی ہے۔

عقل کی ٹھوکریں اور اس کی بے چارگی و واماندگی:

عقل کے ناقص ہونے اور حقیقت تک رسائی حاصل کرنے سے قاصر رہنے کی ایک اہم دلیل یہ ہے کہ بارہا انفرادی

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

واجتماعی عقل نے غیر عقلی قسم کے فیصلے کیے۔ان فیصلوں میں مختلف قسم کی ٹھوکریں کھائیں اور اپنی بیچارگی و واماندگی کا بیّن ثبوت پیش کیا۔اس سلسلہ میں ذیل میں چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔ان مثالوں کا تعلق الٰہیاتی مسائل سے نہیں بلکہ معاملاتِ انسانی سے ہے جس سے بہ سہولت اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ انسان اگر اپنے متعلقہ مسائل کا مکمل ادراک نہیں کرسکتا تو وہ اللہ عزّ وجلّ سے متعلقہ غیبی امور کے صحیح ادراک واحاطہ کا دعوٰی کیونکر کرسکتا ہے۔

فلسفیانہ سوالات جن کا ہر دور کے فلسفیوں نے عقل وخرد کا بھرپور استعمال کر کے جواب دینے کی سعی کی ہے ان میں سے ایک سوال اس وسیع وعریض کائنات میں انسان کے مقام ومرتبہ کا ہے۔ساری کائنات اس انسان کی خدمت کررہی ہے، آخر کیوں؟ اس کا مطلب ہے کہ باقی تمام مخلوقات کے مقابلے میں اس انسان کا مقام ومرتبہ بہت بلند ہے لیکن آخر اس انسان کو اتنا بڑا مرتبہ کیوں دیا گیا؟ اس سوال کا جواب مذہب بھی دیتا ہے مگر قدیم وجدید فلاسفہ نے اس انسان کے مقام ومرتبہ کے تعین میں نہ صرف شدید قسم کی مختلف الخیالی کا ثبوت دیا ہے بلکہ بعض نے تو اسے حیوانات سے بھی فروتر درجہ دے دیا ہے۔(۲۷)

یونانی فلاسفہ غیر یونانیوں کو ذلیل اور کمتر سمجھتے تھے۔(۲۸) ارسطو (Aristotle) (م۳۲۲ق م) جیسا فلسفی عورتوں اور غلاموں کو انسان سے فروتر درجہ کا مالک قرار دیتا ہے۔(۲۹) ارسطو اور افلاطون تک نے عورت کو اسقاطِ حمل کی عام اجازت دے رکھی تھی۔ چنانچہ یونان وروما میں اسقاطِ حمل کوئی ناجائز فعل ہی نہ تھا۔ جب کہ سلطنتِ روما میں باپ کو قتلِ اولاد کا پورا حق حاصل تھا اور رومی قانون ساز اپنے اس قانون پر فخر کرتے تھے کہ اس میں باپ کو اولاد پر غیر محدود اختیارات حاصل ہیں۔اسی طرح یونانی قانون میں شوہر کے بیوی کو قتل کرنے پر کوئی سزا ہی نہ تھی۔

سلطنتِ روما میں غلاموں اور مجرموں کو بھوکے درندوں کا مقابلہ کرنے کے لیے یا باہم شمشیر زنی کے لیے کھلے میدانوں میں چھوڑ دیا جاتا تاکہ وہ رومی امراء کے شوقِ تماشا کی تسکین کا سامان کرسکیں اور اس کے نتیجہ میں ہزاروں انسانوں کی جانیں ضائع ہوئیں۔

حکمار واقیین اور خصوصاً افلاطون جیسا حکیم بھی خودکشی کو کوئی برائی ہی نہ سمجھتے تھے بلکہ یہ فعل اس حد تک اپنی کراہت کھو چکا تھا کہ لوگ عوامی اجتماع میں اپنی رضا ورغبت سے خودکشیاں کیا کرتے تھے۔(۳۰)

بدھ مت کے زیر اثر ہندوستان میں اور کیتھولک عیسائی فرقہ کے زیر اثر یورپ میں صدیوں تک ازدواجی تعلقات کو شجرِ ممنوعہ قرار دیا گیا۔(۳۱)

ہندوستان میں عقلِ انسانی نے انسانیت کو برہمن، کھشتری، ویش اور شودر کے طبقات میں تقسیم کیا اور یوں انسانوں کی ایک بہت بڑی تعداد کو جیتے جی زلیل ورسوا کیا گیا۔مزید برآں برہمن کے لیے شودر کا خون حلال تھا۔اور اگر شودر بیچارے کے کان میں مذہبی کتاب وید کی آواز پڑ جاتی تو اس کے کان میں سیسہ پگھلا کر اسے مار ڈالا جاتا۔علاوہ ازیں ایک قبیح رسم ''جل پروا'' کی تھی جس کے مطابق والدین اپنے پہلوٹے بچے کو دریائے گنگا کی نذر کردیتے تھے اور ان کی عقلیں اسے ایک مستحسن فعل سمجھتی تھیں۔(۳۲) خاوند کی وفات کے بعد عورت کو ''ستی'' کی رسم میں جلنے کا فیصلہ اسی عقلِ ناقص نے ہی تو دیا تھا

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

جس پر ہندوستان میں صدیوں عمل کیا جاتا رہا۔(۳۳)

ایران جیسے متمدن اور ترقی یافتہ ملک میں مجوس یعنی آتش پرستوں کے یہاں شادی بیاہ کے حوالے سے کوئی بھی رشتہ حرام نہ تھا بلکہ ماں، بہن اور بیٹی تک سے ازدواجی تعلق قائم کرنے کو ان کی عقلوں نے مباح قرار دے رکھا تھا۔(۳۴) اور پھر شاید اسی کے زیر اثر مسلمانوں میں فرقہ باطنیہ نے بھی بہن یا بیٹی کو اس صورت میں حلال و مباح قرار دیا جب بیوی حسین و جمیل نہ ہو۔ اور اس تحلیلِ محرمات کے لیے باطنی فرقہ اپنی مخصوص عقلیت کی روشنی میں باقاعدہ عقلی استدلال (Logic) پیش کرتا تھا۔ چنانچہ ان کا ایک مشہور لیڈر عبیداللہ بن الحسن قیروانی لکھتا ہے:

> اس سے زیادہ تعجب کی بات کیا ہوسکتی ہے کہ لوگ عقل کا دعوٰی کرنے کے باوجود اس قسم کی بے عقلیاں کرتے ہیں کہ ان کے پاس ایک حسین و جمیل بہن یا بیٹی موجود ہوتی ہے اور خود ان کی بیوی ایسی حسین نہیں ہوتی۔ اس کے باوجود وہ اپنی بہن یا بیٹی کو اپنے اوپر حرام سمجھ کر اس کو ایک اجنبی شخص کے حوالے کر دیتے ہیں۔ اگر یہ جاہل عقل سے کام لیتے تو انہیں احساس ہوتا کہ ایک اجنبی کے مقابلہ میں اپنی بہن اور بیٹی کے وہ خود زیادہ حق دار تھے۔

اور پھر یہی عبیداللہ قیروانی آخر پر ایسی بات کہتا ہے جسے لکھتے ہوئے دل کانپ اٹھتا ہے۔ چنانچہ ''نقلِ کفر کفر نہ باشد'' کے تحت اسے تحریر کیا جاتا ہے۔ لکھتا ہے: دراصل اس نادانی کی وجہ یہ ہے کہ ان کے رہنما نے ان پر دنیا کی لذتیں حرام کر دی ہیں۔(۳۵)

ظاہر ہے کہ اس رہنما سے مراد اللہ اور اس کے رسول ہیں۔ گویا عبیداللہ باطنی نے نعوذ باللہ، اللہ اور اس کے رسول کو بھی بے عقل قرار دے دیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جب انسان کو اپنی مخصوص عقلیت پر ہی ایمان و یقین اور اعتماد کامل ہو جائے تو پھر اس کی نظر میں عام انسان تو کجا اللہ اور اس کے رسول کی بھی کوئی وقعت و حیثیت نہیں رہتی اور کبھی کبھی اس کا یہ خبثِ باطن دل سے نکل کر زبان پر بھی آ ہی جاتا ہے۔

ہیگل کہتا ہے کہ عقلِ انسانی نے ارتقائی مدارج طے کیے ہیں اور ہر نیا دور عقلی اعتبار سے بہتر سے بہتر بنتا گیا ہے۔(۳۶) مگر حقیقت یہ ہے کہ یہ ہیگل کا محض دعوٰی ہے جو دراصل ڈارون کے نظریہ ارتقاء سے متاثر ہو کر کیا گیا ورنہ آج بھی عقل کے غیر عقلی فیصلے ملاحظہ کیے جاسکتے ہیں۔ ذیل میں اس حوالے سے مغربی معاشرہ کی ایک جھلک پیش کی جاتی ہے۔

شراب کے مفاسد کو کون نہیں جانتا۔ شراب سے انسان کو ذاتی طور پر بھی کئی نقصانات جھیلنے پڑتے ہیں اور بالواسطہ اس کے نقصانات معاشرے پر بھی پڑتے ہیں۔ یہ نقصانات جسمانی، عقلی، مالی اور معاشرتی و سماجی قسم کے ہیں۔ انہی نقصانات کے پیشِ نظر امریکہ میں شراب بنانے اور پینے پر پابندی لگا دی گئی مگر اس پابندی کے ٹھیک چودہ سال بعد تحریم خمر کے قانون کو منسوخ قرار دے دیا گیا۔(۳۷) جو ظاہر ہے پارلیمنٹ کی اجتماعی عقل کا فیصلہ تھا اور یہ فیصلہ آج بھی برقرار ہے۔

اگرچہ نسل نو کو اس کے مفاسد سے بچانے کے لیے عمر کی اٹھارہ سال تک حد مقرر کی گئی ہے۔(۳۸)

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

مغربی معاشروں میں آج زنا کاری و بدکاری کو ایک انڈسٹری کی حیثیت حاصل ہے اور ایسے مردوں وعورتوں کو جنسی مزدور (Sexworkers) قرار دیا گیا ہے جو از خود زنا کاری و بدکاری کے عمل میں شرکت کر کے اپنی با تصویر ریکارڈنگ کرواتے ہیں اور محض اسی ذریعہ سے روزی کماتے ہیں۔حتی کہ اس وقت انٹرنیٹ پر تیرہ سال سے کم عمر لڑکیوں کی زنا کاری کی با تصویر فحش سائٹس ایک لاکھ کے قریب ہیں جب کہ باقی فحش سائٹس کی تعداد پنتالیس لاکھ اور فحش انٹرنیٹ پیجز (Pages) کی تعداد تین کروڑ پچھتر لاکھ ہے۔(۳۹) اسی پر بس نہیں بلکہ آج مغربی معاشروں میں ہم جنس پرستی (Homosexual Practice) اور جانوروں تک سے جنسی تعلق قائم کرنے کی قانونی طور پر اجازت دی جا چکی ہے۔(۴۰) اور یہ مغربی معاشرہ کی جدید ترقی یافتہ عقلیت ہی ہے جس کے زیرِ اثر بعض مغربی ممالک میں باقاعدہ ڈیتھ سنٹرز (Death Centres) بن گئے ہیں جہاں لوگ موت کا انجکشن لگوا کر مصائبِ زندگی سے نجات پانے کی سعی وکوشش کر رہے ہیں۔(۴۱)

علاوہ ازیں وہ مریض جنہیں ڈاکٹر لاعلاج قرار دے دیں وہ خود بھی اپنی رضا و رغبت سے اور ان کے اہلِ خانہ بھی ان کو موت کے انجکشن لگوا کر ابدی نیند سلا رہے ہیں۔اس عمل کو ''یوتھینز یا'' (Euthanasia) کا نام دیا گیا ہے۔(۴۲) یہ ڈیتھ سنٹرز اور یوتھینز یا وغیرہ باقاعدہ حکومتی اجازت سے چل رہے ہیں۔گویا مغربی معاشروں کی اجتماعی عقلیت نے ان امور کو جائز قرار دے رکھا ہے۔

اس سے بہ خوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ آج کے متمدن اور ترقی یافتہ دور میں بھی انسان کیسی کیسی عقلی خطائیں کر رہا ہے لیکن اس کے باوجود یہ جدید انسان مُصِر ہے کہ وہ وحی ونقل کے بغیر محض عقل وفکر کی صلاحیت کی بنیاد پر اپنے لیے خود قوانین اور نظامِ حیات تشکیل دے سکتا ہے۔

شرعی نقطہ نظر:

انسان مخلوق ہے اور عقل اسی کی ایک صلاحیت اور وصف ہے۔جس طرح انسان پر حوادثات وعوارضات لاحق ہوتے ہیں اسی طرح عقلِ انسانی بھی قوت وضعف وغیرہ کا شکار ہوتی ہے۔خالق نے مخلوق کو محدود صلاحیتیں دی ہیں۔عقل بھی محدود ہے اگر یہ لامحدود ہوتی تو پھر اس کی اور خالق کی معلومات برابر ہو جاتیں۔اگر عقل ہی خیر وشر کی پہچان کر سکتی ہوتی تو مخلوق، خالق کی محتاج نہ رہتی اور اسے وحی ونبوت کی ضرورت ہی نہ رہتی۔عقلِ انسانی اگرچہ خیر وشر کا ادراک کرتی ہے مگر ایک تو تفصیلاً نہیں اجمالاً اور دوسرا اس کا ادراک کلی نہیں بلکہ جزئی قسم کا ہوتا ہے اور اس جزئی ادراک میں بھی ضعف وقصور ہوتا ہے۔اور پھر اس پر غفلت، نسیان، جہالت وغیرہ کے اثرات بھی ہوتے ہیں۔

مثلاً روح کی حقیقت کو ہی دیکھیے۔قرآن نے ﴿قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّی﴾ اور ﴿وَمَا اُوْتِیْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلاً﴾ (۴۳) کہہ کر عقلِ انسانی کے استعمال سے منع نہیں کر دیا بلکہ دراصل اس کی محدودیت کی طرف اشارہ کیا ہے۔نیز اس کے مثبت اور مفید استعمال کی طرف متوجہ کیا ہے۔

عقل اپنا فیصلہ کرنے میں حواسِ خمسہ کی محتاج ہے۔انہی کی بنیاد پر یہ جمع وتفریق، ترکیب وتحلیل اور تجزیہ کرتی ہے۔

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

ایک چیز کو دوسری ملتی جلتی چیز پر قیاس کرتے ہوئے استخراج نتائج کرتی ہے اور احکام اخذ کرتی ہے۔ لیکن یہ سب کچھ کرنے میں عقل بہرصورت حواسِ خمسہ پر ہی اعتماد کرتی ہے۔ دوسری طرف ہمارے حواسِ خمسہ محدود بھی ہیں، ضعف کا شکار بھی ہوتے ہیں اور غلطی بھی کرتے ہیں۔

عقل کا دائرہ کار متعین کرنے کے لیے بعض اہلِ علم نے تمام قسم کی معلومات و مدرکات کو تین قسم کے علوم میں سے کسی ایک سے متعلق قرار دیا ہے جن کی تفصیل کچھ اس طرح سے ہے کہ بعض علوم ہیں ''علومِ ضروریہ و بدیہیہ''، یعنی جن کے حصول کے لیے کسی قسم کے غور و فکر کی ضرورت ہی نہیں ہوتی جب کہ ان کے مقابل میں ''علومِ نظریہ'' ہیں۔ یہ وہ علوم ہیں جن کی تحصیل کے لیے عقلی صلاحیت کا استعمال کرتے ہوئے نظر و فکر کو بروئے کار لانا پڑتا ہے۔ یہ علومِ نظری پھر آگے دو اقسام میں تقسیم ہوتے ہیں۔ ایک وہ جو خالص عقل کی بنیاد پر حاصل ہوتے ہیں اور دوسرے وہ جو ادلہ شرعیہ پر غور و فکر کرتے ہوئے استدلال و استنباط سے حاصل ہوتے ہیں۔ علومِ ضروریہ اور علومِ نظریہ کے علاوہ تیسری قسم کے علوم ''علومِ ممتنعہ'' ہیں یعنی جن کی تحصیل بذریعہ عقل ممکن ہی نہیں بلکہ ان کے جاننے کے لیے انسان ایک دوسرے ذریعہ وحی و نقل کا محتاج ہوتا ہے۔ یہ وہ علوم ہیں جن کا تعلق دراصل امورِ غیبیہ سے ہوتا ہے۔ (۴۴) یہ علومِ ممتنعہ دراصل خلافِ عقل نہیں ہوتے بلکہ ماورائے عقل ہوتے ہیں۔ انہی کو مابعد الطبیعات امور اور انگریزی میں Metaphysics کہتے ہیں۔

محض عقل کی بدولت کبھی وجودِ باری اور توحیدِ باری کا ادراک تو ہو جاتا ہے مگر الٰہیات سے متعلقہ تفصیلی معلومات کا حصول عقل کے بس سے باہر کی چیز ہے۔ اس کے لیے عقلِ انسانی بہرصورت وحی الٰہی کی محتاج ہے۔ وہ مسائل جن میں عقولِ انسانی وحی الٰہی کی محتاج ہیں ان میں صفاتِ الٰہی، افعالِ الٰہی، قیامت کے موقع پر دوبارہ زندہ ہونا، جزا و حساب، جنت و جہنم، ثواب و عقاب وغیرہ یعنی امورِ غیبیہ ہیں۔ عقل اگرچہ ان مسائل کی کیفیات کا احاطہ نہیں کر سکتی مگر ان کے وجود کے امکان سے انکار بھی نہیں کر سکتی۔

کسی چیز کے علم سے پہلے اس کا تصور ذہن میں آتا ہے۔ گویا تصور اصل ہے اور اس چیز کا علم فرع ہے۔ اور تصور آتا ہے حواسِ خمسہ کی بنیاد پر۔ لہٰذا جب حواسِ خمسہ غیبی امور کے صحیح اور مکمل تصور سے ہی عاجز ہیں تو ان کا حتمی و قطعی علم عقلِ انسانی کو کیونکر حاصل ہو سکتا ہے۔ لہٰذا لامحالہ عقل وحیِ الٰہی کی محتاج ہوئی۔

غیبی امور کے وجود سے عقل انکار نہیں کرتی بلکہ اقرار کرتی ہے۔ کیونکہ اگر ایک چیز سے ملتی جلتی چیز خارج میں پہلے سے موجود ہے تو اس کی نظیر کا ماننا مشکل نہیں رہتا یا باعتبار وجود ایک بڑی چیز موجود ہے تو چھوٹی چیز کے وجود میں آنے سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے بطور دلیل قرآن مجید میں نقل کیا ہے کہ جس ذات نے اتنی بڑی کائنات و مافیھا کو ایجاد و تخلیق کیا تو اس کے لیے قیامت کے بعد ایک نیا عالم بپا کرنا کیونکر مشکل ہوگا یا جس اللہ نے اتنی بڑی کائنات، زمین و آسمان وغیرہ بنائے کیا اس کے لیے اس انسان کو دوبارہ زندہ کرنا مشکل و ناممکن ہوگا۔

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

یہ دراصل قرآن کے عقلی دلائل ہیں جو اس نے اصولِ دین یعنی الٰہیات، نبوات اور سمعیات وغیرہ کے حوالے سے بطریقِ احسن پیش کیے ہیں۔(۴۵)

فلاسفہ و متکلمین کی اکثریت نے اپنے عقائد و نظریات کی بنیاد محض خود ساختہ عقلی معیار اور عقلی نتائجِ فکر پر رکھی ہے اور ان عقلی نتائجِ فکر کو وہ ''قطعیات'' کا نام دیتے ہیں جب کہ نصوصِ شریعت سے حاصل ہونے والے علم کو ''ظن و تخمین'' کا۔ نصوصِ شریعت اگر تو ان کے عقلی نتائجِ فکر کی موافقت کریں تو وہ تسلیم کرتے ہیں بصورتِ دیگر یا تو ان نصوص کی واضح تکذیب کر دیتے ہیں یا پھر تاویل اور اس کے نتیجہ میں تحریفِ معنوی سے کام لیتے ہیں۔ گویا ان لوگوں کے ایمان و یقین کا اصل دار و مدار وحی و نبوت پر نہیں بلکہ اپنی عقل ناتمام پر ہے۔ یہی باعث ہے کہ جب ان کی عقول اللہ کے اسماء و صفات، جنت و دوزخ، برزخ، قیامت، جزا و حساب، میزان و پل صراط وغیرہ کی حقیقت کا ادراک نہ کر سکیں تو انہوں نے ان کو تسلیم کرنے سے ہی انکار کر دیا۔ انہوں نے یہ نہ سوچا کہ انسان تو بہر صورت ایک ضعیف، عاجز، بے بس اور محتاج و فقیر مخلوق ہے، تمام حقائق کا کلی ادراک اس کے بس میں ہو ہی نہیں سکتا۔

اسی لیے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ﴾(۴۶)

نیز فرمایا:

﴿بَلْ كَذَّبُوا بِمَا لَمْ يُحِيطُوا بِعِلْمِهِ وَلَمَّا يَأْتِهِمْ تَأْوِيلُهُ﴾(۴۷)

نیز ایک عربی شاعر نے کہا ہے: ''الناس اعداء ما جهلوا ''(لوگوں کو جس بات کا علم نہ ہو (عموماً) اس کے مخالف بن جاتے ہیں۔)

تمام قسم کے دینی امور کی معرفتِ تامہ کی تحصیل سے عقول قاصر ہیں۔ مخلوق پر اصل حجتِ الٰہی انبیاء و رسل کی بعثت اور کتب الہامی کے نزول کے ساتھ ہوئی ہے۔ جبکہ عقل تو انسانوں کے مکلّف ہونے کے لیے شرط لازم ہے۔ یہ تو اشیاء کے حسن و قبح، سنت و بدعت، ریا و اخلاص وغیرہ کے درمیان فرق کے لیے محض ایک آلہ ہے۔ یہ ہمیشہ وحی و نبوت کی محتاج رہی ہے اور رہے گی۔

جن ادوار میں نبی نہیں آئے اور لوگوں نے اجتماعی زندگی کے لیے محض اپنی عقول سے کچھ قواعد و ضوابط بنا لیے، کیا بعد میں ان میں تبدیلی کی ضرورت پیش نہ آئی اور بعد کی عقول نے پہلوں کی عقول کو جہالت و حماقت سے متصف قرار نہیں دیا۔(۴۸)

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

خلاصہ:

خلاصہ یہ ہے کہ عقل احکامِ الٰہی کے حصول کے لیے ماخذِ علم کی حیثیت نہیں رکھتی بلکہ دینی امور کی معرفت کے لیے محض ایک آلہ (Instrument) کی حیثیت رکھتی ہے لہذا یہ وحی و نبوت اور شریعت کی محتاج ہے۔ محض عقل پر اعتماد سے اختلافِ رائے کا وسیع امکان ہے جیسا کہ فلاسفہ و متکلمین کے حالات سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی ایک مسئلہ بھی نہیں جس میں تمام فلاسفہ و متکلمین متفق الخیال ہوں۔

قرآن مجید میں ذکر ہے کہ اہل جہنم سے اللہ سوال کریں گے:

﴿أَلَمْ يَأْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنكُمْ يَتْلُونَ عَلَيْكُمْ آيَاتِ رَبِّكُمْ وَيُنذِرُونَكُمْ لِقَاءَ يَوْمِكُمْ هَذَا قَالُوا بَلَى﴾ (۴۹)

یہاں اللہ عزوجل نے یہ نہیں کہا کہ کیا تمہیں عقل حاصل نہ تھی جس کی بدولت تم دینی امور کا ادراک کرتے۔ عقل غلطی کرتی ہے کیونکہ حواس غلطی کرتے ہیں۔ اسی لیے قرآن نے کفار کے بارے کہا ہے:

﴿فَمَا أَغْنَى عَنْهُمْ سَمْعُهُمْ وَلَا أَبْصَارُهُمْ وَلَا أَفْئِدَتُهُم مِّن شَيْءٍ إِذْ كَانُوا يَجْحَدُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ﴾ (۵۰)

سلف سے جب عقیدہ سے متعلقہ کوئی سوال ہوتا تو وہ بنیادی طور پر کتاب وسنت کی نصوص کے ساتھ ہی جواب دیتے تھے۔ چنانچہ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ سے نجاشی نے حقیقتِ عیسیٰ بارے پوچھا تو آپ رضی اللہ عنہ نے سورۃ مریم کی تلاوت پر اکتفا کیا تھا۔ (۵۱) جس میں نقلی و عقلی دونوں طرح کے دلائل کا امتزاج تھا نہ کہ وحی و نقل سے عاری خالص عقلی دلائل دیے۔

قصہ مختصر عقل حقائق و معارف کے جاننے کے لیے ایک عمومی وسیلہ و ذریعہ اور آلہ ہے اور دینی حقائق کو جاننے کے لیے خصوصی آلہ و وسیلہ ہے مگر مستقل ماخذ و منبع علم کی حیثیت نہیں رکھتی۔ عقائد دینی پر مشتمل نصوصِ قرآنی اپنے ضمن میں بے شمار عقلی دلائل کو لیے ہوئے ہیں۔ عقل کا کام ان دلائل پر غور و فکر کرنا اور انہیں سمجھنا ہے اور پھر ان کی روشنی میں وجودِ باری اور توحیدِ باری کی پہچان حاصل کرنا ہے۔ نیز امورِ شریعت کے سامنے سرِ تسلیم خم کرنا ہے۔ اسی میں عقل اور اربابِ عقل کی کامیابی و کامرانی ہے۔ لہذا یہ کہنا بالکل بجا ہے کہ عقل کو بہر صورت احکامِ شریعت کے سامنے سجدہ ریز ہونا ہے۔

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

حواشی وحوالہ جات

۱۔ عثمانی، شبیر احمد، علامہ، العقل والنقل، مشمولہ: تالیفات عثمانی، لاہور: ادارہ اسلامیات، طبع اول، ۱۹۹۰ء، ص ۳۴

۲۔ فارابی، ابونصر، المسائل الفلسفیہ والاجوبۃ عنھا، قاہرہ: مطبعہ السعادۃ، ۱۹۰۷ء، ص ۱۰۵

۳۔ فاطمہ اسماعیل مصری، ڈاکٹر، قرآن اور عقل (مترجم: ڈاکٹر عبید اللہ فہد فلاحی) لاہور: دار التذکیر، ۲۰۰۳ء، ص ۱۸۷

۴۔ فیصل بدیر عون، ڈاکٹر، نظریۃ المعرفۃ عند ابن سینا، قاہرہ: ۱۹۷۸ء، ص ۱۶۔۱۶۱

۵۔ غزالی، محمد بن محمد، امام، المنقذ من الضلال (مترجم: مولانا محمد حنیف ندوی) لاہور: ادارہ ثقافت اسلامیہ، ۲۰۰۹ء، ص ۱۶۶، ۱۶۸، ۱۸۴

۶۔ محمد سلیم، سید، پروفیسر، مغربی فلسفۂ تعلیم ایک تنقیدی مطالعہ، کراچی: زوار اکیڈمی پبلی کیشنز، طبع ۳، ۲۰۰۸ء، ص ۸۲

۷۔ ایضاً، ۸۲

۸۔ ابن خلدون، عبد الرحمٰن، علامہ، تاریخ ابن خلدون (مقدمہ) جلد اوّل، بیروت: مکتبۃ المدرسہ، طبع ۳، ۱۹۶۷ء، ص ۸۲۵

۹۔ ابن تیمیہ، احمد بن عبد الحلیم، امام، مشمولہ: مجموعۃ الرسائل الکبری، الرسالۃ الاولی، الفرقان بین الحق والباطل، بیروت: دار احیاء التراث العربی، س۔ن، ص ۹۷

۱۰۔ ابن تیمیہ، احمد بن عبد الحلیم، امام، درء تعارض العقل والنقل، جلد اول، قاہرہ: دار الحدیث، ۲۰۰۶ء، ص ۱۹۲

۱۱۔ رومی، جلال الدین، مثنوی معنوی، شہر ندارد: مؤسسۃ مطبوعاتی امیر کبیر، س۔ن، دفتر پنجم، شعر: ۴۱۴۴، ص ۱۰۳۵

۱۲۔ عثمانی، شبیر احمد، علامہ، العقل والنقل، ص ۲۷

۱۳۔ شہرستانی، محمد بن عبد الکریم، امام، نہایۃ الاقدام فی علم الکلام، بغداد: مکتبۃ المثنی، س۔ن، ص ۳؛ ابن ابی العز، محمد بن علاء الدین، حنفی، علامہ، شرح العقیدۃ الطحاویۃ، کراچی: قدیمی کتب خانہ، س۔ن، ص ۲۰۹

۱۴۔ ایضاً

۱۵۔ کانٹ، عمانویل، تنقید عقل محض، (مترجم: ڈاکٹر سید عابد حسین) کراچی: سٹی بک پوائنٹ، ۲۰۱۰ء، ص ۲۶۸، ۳۵۰

۱۶۔ ندوی، محمد حنیف، مولانا، عقلیاتِ ابن تیمیہ، لاہور: علم وعرفان پبلشرز، ۲۰۰۴ء، ص ۱۶۴

۱۷۔ سید احمد خان، سر، تہذیب الاخلاق (مرتب: منشی فضل الدین) جلد ۲، لاہور: مصطفائی پریس، ۱۸۹۵ء، ص ۱۱۳

۱۸۔ ایضاً، ص ۱۴۰

۱۹۔ ایضاً

۲۰۔ محمد اقبال، علامہ، بالِ جبریل، رباعیات (مترجم وشارح: مولانا غلام رسول مہر) لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، س۔ن، ص ۱۵۳

۲۱۔ محمد اقبال، علامہ، ضربِ کلیم (مترجم وشارح: مولانا غلام رسول مہر) لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، س۔ن، ص ۵۵

۲۲۔ ایضاً، ص ۱۰۳

۲۳۔ ایضاً، ص ۱۲۲

۲۴۔ الطّوسی، علاؤالدین، علی، کتاب الذخیرہ، مطبوع دائرۃ المعارف، ص ۹۔۱۰

۲۵۔ محمد اویس، ندوی، حقائق اشیاء، مشمولہ: معارف (مرتب: سید سلیمان ندوی) جلد نمبر ۴۶، شمارہ نمبر ۴، اعظم گڑھ: دار المصنفین، اکتوبر، ۱۹۴۰، ص ۲۷۸

۲۶۔ ایضاً، ص ۲۸۳

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

۲۷۔ محمد سلیم، سید، پروفیسر، مغربی فلسفہ تعلیم، ص ۷۵

۲۸۔ ایضاً، ص ۷۳

۲۹۔ ایضاً، ۸۸

۳۰۔ مودودی، ابوالاعلی، سید، الجہاد فی الاسلام، لاہور: ادارہ ترجمان القرآن، طبع ۲۲، ۲۰۱۱ء، ص ۲۷۔۲۸

۳۱۔ المرجع السابق، ص ۸۸

۳۲۔ مودودی، سید، الجہاد فی الاسلام، ص ۲۸

۳۳۔ ندوی، علی، ابوالحسن، سید، انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج وزوال کا اثر، کراچی: مجلس نشریات اسلام، طبع ۱۱، ص ۵۶

۳۴۔ شہرستانی، محمد بن عبدالکریم، ابوالفتح، امام، الملل والنحل، الجزء الثانی، بیروت: دارالکتب العلمیہ، طبع اول، ۱۹۹۰ء، ص ۲۷۶

۳۵۔ بغدادی، عبدالقاہر بن طاہر، امام، الفرق بین الفرق، بیروت: دارالکتب العلمیہ، س۔ن، ص ۲۲۴۔۲۲۵

۳۶۔ ہیگل کے نظریہ عقل بارے تفصیلی بحث ملاحظہ ہو: محمد ظفر اقبال، اسلام اور جدید سائنس نئے تناظر میں، ساہیوال: نوادرات، طبع اول، ۲۰۱۱، ص ۶۱۔۶۲، ۳۰۵؛ ہیگل کے اس فلسفے سے متاثر ہو کر بعض مسلم سکالرز بھی عقل انسانی میں ارتقا کے قائل ہوئے ہیں۔ اس بارے تفصیلی بحث ملاحظہ ہو: ماہنامہ ساحل (مدیر: ڈاکٹر خالد علی انصاری) کراچی: اپریل، ۲۰۰۸ء، ص ۲۲

۳۷۔ مودودی، سید، تنقیحات، لاہور: اسلامک پبلی کیشنز، طبع ۳۶، ۲۰۱۰ء، ص ۳۷

۳۸۔ Legal Drinking age, www.wikipedia.org/wiki/legal_drinking_age

۳۹۔ اوریا مقبول جان، حجاب اور کارپوریٹ اخلاقیات، مشمولہ: الاعتصام، جلد ۶۵، شمارہ ۳۶ (مدیر: حافظ احمد شاکر) لاہور: دارالدعوۃ السلفیہ، ۱۳۔۱۹ ستمبر، ۲۰۱۳ء، ص ۲۸

۴۰۔ International business times, October 13,2014, www.ibtimes.com/where-gay-marriage-legal-marriage-equality-laws-become-norm-us-some-wester-countries-1700656

۴۱۔ David Johnson, Legalized Euthanasia, Data Available on www.insoplease.com/spot/euthanasia1.html

۴۲۔ اس بارے تفصیلی بحث کے لیے ملاحظہ ہو: محمد شمیم اختر، قاسمی، ڈاکٹر، مفتی، قطع حیات بہ جذبۂ رحم (Euthanasia) کی شرعی حیثیت، مشمولہ: فکر ونظر، جلد ۴۸، شمارہ ۲ (مدیر: ڈاکٹر صاحبزادہ ساجد الرحمٰن)، اسلام آباد: ادارہ تحقیقات اسلامی، اکتوبر۔دسمبر، ۲۰۱۰ء، ص ۹۴

۴۳۔ الاسراء: ۸۵

۴۴۔ عثمان بن علی حسن، منہج الاستدلال علی مسائل الاعتقاد، جلد اول، ص ۱۷۴۔۱۷۷

۴۵۔ ابن تیمیہ، درء التعارض، جلد ۳، ص ۲۹۶؛ ابن تیمیہ، النبوات، الجزء الثانی، ریاض: أضواء السلف، طبع اول، ص ۲۴ کا حاشیہ

۴۶۔ الانعام: ۱۰۳ ۴۷۔ یونس: ۳۹

۴۸۔ عثمان بن علی حسن، منہج الاستدلال علی مسائل الاعتقاد، جلد اول، ص ۱۸۱۔۱۸۲

۴۹۔ الزمر: ۷۱ ۵۰۔ الاحقاف: ۲۶

۵۱۔ احمد بن حنبل، امام، المسند، جلد اول، بیروت: المکتب الاسلامی، ۱۹۶۹ء، ص ۲۰۳

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.